فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۸۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کوئی ایسا آسان سا عمل بتائیں، جس پر ڈھیروں اجر وثواب ہو؟

جواب: جمعہ کے دن غسل کرنا، اول وقت جمعہ کے لیے پیدل چل کر جانا، امام کے قریب ہو کر بیٹھنا اور کامل توجہ سے خطبہ جمعہ کی سماعت کرنا، اس دوران لغو کاموں اور باتوں سے اجتناب برتنا عظیم المرتبت عمل ہے۔ انتہائی آسان ہے اور اس پر حیران کن اجر وثواب ہے، ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزوں اور ایک سال کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔

❀ سیدنا اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ، ثُمَّ بَكَّرَ وَابْتَكَرَ، وَمَشٰى وَلَمْ يَرْكَبْ، وَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ فَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ أَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا .

''جس نے جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کیا، پھر (جمعہ کے لیے) اول وقت میں گیا، پیدل چلا، سوار نہیں ہوا، امام کے قریب بیٹھا، خطبہ جمعہ غور سے سنا اور کوئی لغو بات نہیں کی، تو اس کے لیے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے (نفلی) روزوں اور (ایک سال کی) نماز تہجد کا ثواب ہے۔''

(سنن أبي داود : 345، سنن النّسائي : 1384، سنن التّرمذي : 496، سنن ابن ماجه : 1087، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے۔ امام ابن خزیمہ (۱۳۵۸) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۷۸۱) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۱۰۴۲) نے اس کی سند کو شیخین کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

سوال: قنوت نازلہ میں مقتدیوں کے ''آمین'' کہنے کے متعلق روایت کیسی ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ بھر پانچوں نمازوں کے بعد مسلسل قنوت (نازلہ) کیا، جب آخری رکعت کے رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے، تو قبیلہ بنو سلیم (رعل، ذکوان) کے خلاف بددعا کرتے۔

يُؤَمِّنُ مَنْ خَلْفَهٗ .

''مقتدی آمین کہتے۔''

(سنن أبي داوٗد : 1443)

: یہ روایت حسن ہے۔ اس کے شواہد ہیں۔ البتہ يُؤَمِّنُ مَنْ خَلْفَهٗ کے الفاظ ثابت نہیں۔ ہلال بن خباب کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا، ان الفاظ کو بیان کرنے میں ہلال کی متابعت نہیں ہوئی۔

سوال: اسلام میں مرتد کی سزا کیا ہے؟

جواب: مرتد کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ ریاست اسلامیہ کی ذمہ داری ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ بَدَّلَ دِينَهٗ فَاقْتُلُوهُ .

''جو اپنے دین (اسلام) کو بدلے، اسے قتل کر دیں۔''

(صحيح البخاري : 3017)

علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (۵۸۷ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَتْ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَلٰى قَتْلِهِمْ .

''مرتدین کو قتل کرنے پر صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا تھا۔''

(بدائع الصّنائع : 134/7)

سوال: محمد بن عمر، واقدی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: محمد بن عمر واقدی بالاجماع ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْوَاقِدِيُّ لَيْسَ بِحُجَّةٍ بِالْإِجْمَا عِ .

''واقدی بالاجماع حجت نہیں۔''

(الرّدّ على المنطقيين، ص 273)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْحُفَّاظُ عَلٰى تَرْكِهٖ .

''اس کے متروک ہونے پر حفاظ محدثین کا اجماع ہے۔''

(سِيَر أعلام النّبلاء : 572/9)

سوال: کیا کھانا بڑھ جانے کا معجزہ ثابت ہے؟

جواب: کھانا بڑھ گیا تھا، یہ معجزہ ثابت ہے۔

(صحيح البخاري : 3578، صحيح مسلم : 2040)

سوال: کیا کھانے کا تسبیح کرنا ثابت ہے؟

(جواب): جی ہاں، صحابہ کرام نے کھانے سے تسبیح کی آواز سنی۔

(صحيح البخاري : 3579)

(سوال): کیا نبی کریم ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے کا معجزہ ثابت ہے؟

(جواب): جی ہاں۔ نبی کریم ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے کا معجزہ ثابت ہے۔ یہ متواتر منقول ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3579)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3575)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3572، صحيح مسلم : 2279)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

(صحيح البخاري : 3576)

(سوال): یوم عاشوراء کے روزے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): عاشوراء کا روزہ مستحب سنت ہے، واجب نہیں، اس پر اجماع ہے۔

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی أَنَّ صَوْمَ عَاشُورَاءَ الْيَوْمَ سُنَّةٌ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ اب عاشوراء کا روزہ سنت ہے، واجب نہیں۔''

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 532/13)

(سوال): اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی کیفیت کیا ہے؟

(جواب): عرش پر مستوی ہے، جیسا کہ اس کے شایان شان ہے۔ اس پر اہل حق کا اجماع ہے، جبکہ جہمیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے۔

لغت میں استویٰ کا معنی معلوم ہے، کیفیت مجہول ہے، کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے، تمام صفات باری تعالیٰ میں ائمہ اہل سنت کا یہی قاعدہ اور دستور ہے۔

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ مَجْمُوعُونَ عَلَى الْإِقْرَارِ بِالصِّفَاتِ الْوَارِدَةِ كُلِّهَا فِي الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِيمَانِ بِهَا وَحَمْلِهَا عَلَى الْحَقِيقَةِ لَا عَلَى الْمَجَازِ إِلَّا أَنَّهُمْ لَا يُكَيِّفُونَ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ وَلَا يَحُدُّونَ فِيهِ صِفَةً مَّحْصُورَةً وَأَمَّا أَهْلُ الْبِدَعِ وَالْجَهْمِيَّةُ وَالْمُعْتَزِلَةُ كُلُّهَا وَالْخَوَارِجُ، فَكُلُّهُمْ يُنْكِرُهَا وَلَا يَحْمِلُ شَيْئًا مِّنْهَا عَلَى الْحَقِيقَةِ وَيَزْعُمُونَ أَنَّ مَنْ أَقَرَّ بِهَا مُشَبِّهٌ وَهُمْ عِنْدَ مَنْ أَثْبَتَهَا نَافُونَ لِلْمَعْبُودِ وَالْحَقُّ فِيمَا قَالَهُ الْقَائِلُونَ بِمَا نَطَقَ بِهٖ كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهٖ وَهُمْ أَئِمَّةُ الْجَمَاعَةِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ .

''اہل سنت کا اجماع ہے کہ قرآن وسنت میں وارد تمام صفات الٰہیہ کا اقرار کیا جائے، ان پر ایمان لایا جائے اور انہیں مجاز کی بجائے حقیقت پر محمول کیا جائے۔ البتہ اہل سنت کسی صفت کی کیفیت بیان نہیں کرتے اور نہ ہی کسی صفت کو محدود ومحصور کرتے ہیں۔ جبکہ اہل بدعت، جہمیہ، تمام معتزلہ اور خوارج صفات باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں، کسی بھی صفت کو حقیقت پر محمول نہیں

کرتے اور صفات کا اقرار کرنے والے کو مشبہہ کہتے ہیں، جبکہ یہ لوگ صفات کا اثبات کرنے والوں کے نزدیک معبود کے منکر ہیں۔حق وہی ہے، جو کتاب وسنت سے موافقت رکھنے والوں میں ہے اور وہ ائمہ اہل سنت والجماعت ہیں، والحمدللہ!''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المعاني والأسانيد : 145/7)

❁ امام عبداللہ بن وہب مصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فَدَخَلَ رَجُلٌ، فَقَالَ : يَا أَبَا عَبْدَ اللّٰهِ، ﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰهٰ : ٥) كَيْفَ اسْتِوَاؤُهٗ؟ قَالَ : فَأَطْرَقَ مَالِكٌ وَأَخَذَتْهُ الرُّحَضَاءُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ : ﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰهٰ : ٥)، كَمَا وَصَفَ نَفْسَهٗ، وَلَا يُقَالُ : كَيْفَ، وَكَيْفٌ عَنْهُ مَرْفُوعٌ، وَأَنْتَ رَجُلُ سُوءٍ صَاحِبُ بِدْعَةٍ، أَخْرِجُوهُ، قَالَ : فَأُخْرِجَ الرَّجُلُ .

''ہم امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے پاس موجود تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: اے ابوعبداللہ (امام مالک رحمہ اللہ کی کنیت)! فرمان باری تعالیٰ :﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰهٰ : ٥)''رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔'' میں اللہ تعالیٰ کے مستوی ہونے کی کیفیت کیا ہے؟ تو امام مالک رحمہ اللہ نے سر نیچے جھکا لیا اور پسینے میں شرابور ہو گئے، پھر سر اُٹھایا اور فرمایا: فرمان باری تعالیٰ : ﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰهٰ : ٥)''رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔'' میں اللہ تعالیٰ کا مستوی ہونا ایسے ہی ہے، جیسے اس نے بیان کیا، یہ نہیں

پوچھا جائے گا کہ اس کی کیفیت کیا ہے؟ اس کی کیفیت کا علم (ہم سے) اٹھا لیا گیا۔ تُو برا شخص ہے، بدعتی ہے۔ (پھر آپ رحمہ اللہ نے شاگردوں سے فرمایا:) اسے مجلس سے نکال دیں، تو اسے باہر نکال دیا گیا۔''

(الأسماء والصّفات للبيهقي : 866، وسندهٗ صحيحٌ)

- حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(العُلوّ، ص 183)

- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' قرار دیا ہے۔

(فتح الباري : 407/13)

- علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يُنْكِرْ أَحَدٌ مِّنَ السَّلَفِ الصَّالِحِ أَنَّهُ اسْتَوٰى عَلٰى عَرْشِهٖ، وَإِنَّمَا جَهِلُوا كَيْفِيَّةَ الْاِ سْتِوَاءِ .

''سلف صالحین میں سے کسی ایک نے بھی عرش پر مستوی ہونے کا انکار نہیں کیا، البتہ انہوں نے استوا کی کیفیت کو مجہول قرار دیا ہے۔''

(تفسير القُرطبي : 219/7)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کا مفہوم کیا ہے؟

- مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ .

''خبردار! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی دی گئی ہے۔''

(سنن أبي داود : 4604، وسندهٗ صحيحٌ)

جواب: حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ : «أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ» يَحْتَمِلُ وَجْهَيْنِ مِنَ التَّأْوِيلِ؛ أَحَدُهُمَا : أَنْ يَكُونَ مَعْنَاهُ أَنَّهُ أُوتِيَ مِنَ الْوَحْيِ الْبَاطِنِ غَيْرِ الْمَتْلُوِّ مِثْلَ مَا أُعْطِيَ مِنَ الظَّاهِرِ الْمَتْلُوِّ، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مَعْنَاهُ : أَنَّهُ أُوتِيَ الْكِتَابَ وَحْيًا يُتْلٰى، وَأُوتِيَ مِنَ الْبَيَانِ أَيْ أُذِنَ لَهُ أَنْ يُبَيِّنَ مَا فِي الْكِتَابِ وَيُعِمَّ وَيُخِصَّ وَأَنْ يَزِيدَ عَلَيْهِ فَيُشرِعُ مَا لَيْسَ لَهُ فِي الْكِتَابِ ذِكْرٌ فَيَكُونُ ذٰلِكَ فِي وُجُوبِ الْحُكْمِ وَلُزُومِ الْعَمَلِ بِهِ كَالظَّاهِرِ الْمَتْلُوِّ مِنَ الْقُرْآنِ .

''فرمان نبوی: ''مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل دی گئی ہے۔'' کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ① اس کا معنی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جس طرح ظاہر متلو وحی دی گئی ہے، اسی طرح باطن غیر متلو وحی بھی دی گئی ہے۔ ② یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو متلو وحی دی گئی اور اس کا ''بیان'' دیا گیا، یعنی آپ ﷺ کا اجازت دے دی گئی کہ آپ قرآن میں موجود احکامات کی وضاحت کریں، اس کے خاص کو عام کریں، اس کے عام کو خاص کریں، اس سے زائد حکم بیان کریں اور جس کا ذکر قرآن میں نہیں، اسے مشروع قرار دیں۔ اس لحاظ سے وحی غیر متلو بھی وجوب کے حکم میں ہے اور اس پر عمل کرنا بھی لازم ہے، جیسا کہ وحی ظاہر متلو یعنی قرآن کا حکم لازم ہے اور اس پر عمل کرنا لازم ہے۔''

(مَعالِم السّنن : 298/4)

سوال: امام بخاری رحمہ اللہ کے مندرجہ ذیل قول کا کیا معنی ومفہوم ہے؟

اَلْغَسْلُ أَحْوَطُ، وَذَاكَ الْآخِرُ، وَإِنَّمَا بَيَّنَّا لِاخْتِلَافِهِمْ .

(صحيح البخاري، تحت الحديث : 293)

جواب: امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ اگر احادیث اور اختلاف صحابہ کو دیکھا جائے، تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دخول پر غسل واجب ہے، یہی احوط رائے ہے۔

اگر چہ اس بارے میں اختلاف رہا ہے، مگر بعد میں اس پر اجماع ہو گیا کہ دخول پر غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

لَسْتُ أَعْلَمُ الْيَوْمَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيهِ اخْتِلَافًا .

''میرے علم کے مطابق اس وقت اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں (کہ محض دخول سے غسل واجب ہو جاتا ہے)۔''

(الأوسط في السّنن والإجماع والاختلاف : 81/2)

نوٹ:

حدیث: اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ(صحیح مسلم : ۳۴۳) **منسوخ ہے۔**

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ذَهَبَ الْجُمْهُورُ إِلٰى نَسْخِ حَدِيثِ : إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ .

''جمہور کا یہی موقف ہے کہ حدیث: اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ منسوخ ہے۔''

(التّلخيص الحبير : 135/1)

(سوال): مندرجہ ذیل روایات میں کیا تطبیق ہے؟

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب سے واپسی پر ہمیں فرمایا:

لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ .

''ہر ایک نماز عصر بنو قریظہ میں ادا کرے۔''

(صحيح البخاري : 946)

جبکہ صحیح مسلم (۱۷۷۰) کی اسی روایت میں ''ظہر'' کے الفاظ ہیں۔

(جواب): دونوں قسم کی روایات صحیح ہیں۔

❀ شارح مسلم، حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ ھ) ان روایات میں یوں تطبیق بیان کرتے ہیں:

أَمَّا جَمِيعُهُمْ بَيْنَ الرِّوَايَتَيْنِ فِي كَوْنِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ فَمَحْمُولٌ عَلٰى أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ كَانَ بَعْدَ دُخُولِ وَقْتِ الظُّهْرِ وَقَدْ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ بَعْضُهُمْ دُونَ بَعْضٍ فَقِيلَ لِلَّذِينَ لَمْ يُصَلُّوا الظُّهْرَ لَا تُصَلُّوا الظُّهْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ وَلِلَّذِينَ صَلَّوْا بِالْمَدِينَةِ لَا تُصَلُّوا الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ وَيَحْتَمِلُ أَنَّهُ قِيلَ لِلْجَمِيعِ وَلَا تُصَلُّوا الْعَصْرَ وَلَا الظُّهْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ وَيَحْتَمِلُ أَنَّهُ قِيلَ لِلَّذِينَ ذَهَبُوا أَوَّلًا لَا تُصَلُّوا الظُّهْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ وَلِلَّذِينَ ذَهَبُوا بَعْدَهُمْ لَا تُصَلُّوا الْعَصْرَ إِلَّا فِي

بَنِي قُرَيْظَةَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''نماز ظہر اور نماز عصر کے متعلق روایات میں جمع وتطبیق کی صورت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ حکم اس وقت دیا تھا، جب ظہر کا وقت داخل ہو چکا تھا اور مدینہ میں بعض صحابہ نماز ظہر ادا کر چکے تھے اور بعض نے ابھی ادا نہیں کی تھی، تو جنہوں نے نماز ظہر ادا نہیں کی، انہیں کہا گیا کہ آپ نے ظہر کی نماز بنوقریظہ میں ادا کرنی ہے اور جنہوں نے ظہر ادا کر لی تھی، انہیں کہا گیا کہ آپ نے عصر کی نماز بنی قریظہ میں ادا کرنی ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حکم تمام صحابہ کو ہی دیا گیا ہو کہ آپ نے نماز عصر اور ظہر بنوقریظہ میں ہی ادا کرنی ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ پہلے جانے والے صحابہ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ ظہر کی نماز بنوقریظہ میں ادا کریں اور ان کے بعد جانے والے صحابہ کو عصر کی نماز بنوقریظہ میں ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا، واللہ اعلم!''

(شرح مسلم: 98/12)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

صَفُّ الْقَدَمَيْنِ وَوَضْعُ الْيَدِ عَلَى الْيَدِ مِنَ السُّنَّةِ.

''(قیام میں) پاؤں کو سیدھا رکھنا اور ہاتھ کے اوپر ہاتھ باندھنا سنت ہے۔''

(سنن أبي داود: 754)

جواب: روایت ضعیف ہے۔ زرعہ بن عبدالرحمٰن کوفی مجہول الحال ہے، اسے صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات'' (۲۶۸/۴) میں ذکر کیا ہے۔

سوال: موزوں پر مسح کے متعلق روافض کا کیا نظریہ ہے؟

جواب: روافض موزوں پر مسح کے قائل نہیں، جبکہ موزوں پر مسح کرنا جائز اور مشروع ہے۔ اس پر احادیث متواترہ اور اجماع امت دلیل ہیں۔

❁ شریح بن ہانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَتْ: عَلَيْكَ بِابْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَسَلْهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ، وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ.

''میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گیا اور ان سے موزوں پر مسح کی بابت سوال کیا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جائیے، ان سے پوچھئے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کیا کرتے تھے۔ تو ہم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسح کے لیے) مسافر کو تین دن اور مقیم کو ایک دن کی رخصت دی ہے۔''

(صحیح مسلم: 276)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ ثَابِتٌ صَحِيحٌ نَقَلَهُ أَئِمَّةٌ حُفَّاظٌ.

''یہ صحیح ثابت حدیث ہے، اسے ائمہ حفاظ نے نقل کیا ہے۔''

(الاستذکار: 220/1)

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موزوں پر مسح کے متعلق سوال ہوا، فرمایا:

لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهِنَّ وَلِلْمُقِيمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ .

''مسافر کے لیے تین دن اور مقیم کے لیے ایک دن کی رخصت ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 1292، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''صحیح''کہا ہے۔

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْعَجَبُ مِنَ الرَّوَافِضِ تَرَكُوا الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ مَعْ تَظَاهُرِ الْأَخْبَارِ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتِفَاضَةِ عِلْمِهٖ عَلٰى لِسَانِ الْأُمَّةِ، ...... ثُمَّ اتَّخَذُوهُ شِعَارًا حَتّٰى إِنَّ الْوَاحِدَ مِنْ غُلَاتِهِمْ رُبَّمَا تَأَلّٰى فَقَالَ : بَرِئْتُ مِنْ وِلَايَةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَسَحْتُ عَلٰى خُفَّيَّ إِنْ فَعَلْتُ كَذَا .

''روافض پر حیرانی ہوتی ہے کہ انہوں نے موزوں پر مسح کو ترک کیا ہے، حالانکہ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح احادیث موجود ہیں اور امت کی زبان پر مشہور ہیں۔ ...... روافض نے موزوں پر مسح نہ کرنے کو اپنا شعار بنا لیا ہے، یہاں تک کہ ان میں سے بعض غالی رافضی قسم اٹھاتے وقت کہتا ہے:''اگر میں نے فلاں کام کیا ہو، تو میں امیر المومنین (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کی ولایت سے بری ہو جاؤں اور موزوں پر مسح کر لوں۔''

(معالم السّنن :51/1)

(سوال): عقیدۂ رجعت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): شیعہ کا ایک عقیدہ رجعت بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک

قیامت سے پہلے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یا ان کے ائمہ معصومین دنیا میں لوٹ آئیں گے۔ یہ عقیدہ ان کے ہاں ضروریات دین میں سے ہے۔ شیعہ میں یہ عقیدہ یہود و نصاریٰ سے منتقل ہوا۔ اس کے ثبوت پر شیعہ علما نے درجنوں کتابیں تالیف کی ہیں۔

اہل سنت والجماعت کے ہاں یہ عقیدہ بالاتفاق کفر ہے۔ قرآن وسنت میں اس پر کوئی دلیل نہیں۔ جن کے دوبارہ زندہ ہونے کا استثنا تھا، وہ کتاب وسنت میں مذکور ہو گیا، اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لے کر قیامت تک کسی کے لیے دوبارہ لوٹ آنے کی استثنا ثابت نہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ (المؤمنون: ١٠٠)

''ان کے درمیان پردہ حائل ہے، اس دن تک جب وہ دوبارہ اُٹھائے جائیں گے۔''

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (٤٥٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَا يَرْجِعُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ إِلَّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا رَجَّعَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْكَافِرِينَ لِلْحِسَابِ وَالْجَزَاءِ، هٰذَا إِجْمَاعُ جَمِيعِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ الْمُتَّقِينَ قَبْلَ حُدُوثِ الرَّوَافِضِ الْمُخَالِفِينَ لِإِجْمَاعِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ الْمُبَدِّلِينَ لِلْقُرْآنِ الْمُكَذِّبِينَ بِصَحِيحِ سُنَنِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُجَاهِرِينَ بِتَوْلِيدِ الْكَذِبِ الْمُتَنَاقِضِينَ فِي كَذِبِهِمْ أَيْضًا .

''محمد رسول اللہ ﷺ یا آپ کا کوئی صحابی دوبارہ (دنیا میں) نہیں لوٹے گا، البتہ قیامت کے روز لوٹیں گے، جب اللہ تعالیٰ تمام مومنوں اور کافروں کو حساب کتاب اور جزا سزا کے لیے لوٹائے گا۔ فتنہ روافض نمودار ہونے سے پہلے تمام مسلمانوں اور متقیوں کا اس پر اجماع ہے، روافض اجماع کی مخالفت کرتے ہیں، قرآن میں تغیر وتبدل کرتے ہیں، صحیح احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلاتے ہیں اور بہانگ دہل جھوٹ بولتے ہیں، نیز اپنے جھوٹ میں تناقض کا شکار بھی ہوتے ہیں۔''

(المحلّٰی بالآثار :43/1)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مَا تَقُولُهُ الرَّافِضَةُ وَتَعْتَقِدُهُ بِزَعْمِهَا الْبَاطِلِ أَنَّ عَلِيًّا كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ فِي السَّحَابِ فَلَا نَخْرُجُ يَعْنِي مَعَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْ وَلَدِهٖ حَتّٰى يُنَادِيَ مِنَ السَّمَاءِ أَنِ اخْرُجُوا مَعَهُ، وَهٰذَا نَوْعٌ مِّنْ أَبَاطِيلِهِمْ وَعَظِيمٌ مِنْ جِهَالَاتِهِمُ اللَّائِقَةِ بِأَذْهَانِهِمُ السَّخِيفَةِ وَعُقُولِهِمُ الْوَاهِيَةِ .

''روافض رجعت کے قائل ہیں، ان کا باطل عقیدہ ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ بادلوں میں ہیں، جب ہم اولاد علی میں سے کسی کے ساتھ نہیں نکلتے، تو علی رضی اللہ عنہ آسمان سے ندا لگاتے ہیں کہ ان کے ساتھ نکلیں۔ یہ روافض کا باطل نظریہ ہے اور ان کی بہت بڑی جہالت ہے، جو انہی کے بے ہودہ ذہنوں اور کمزور عقلوں کے لائق ہے۔''

(شرح النّووي :101/1)

❁ علمائے احناف کا متفقہ فتویٰ ہے:

يَجِبُ إِكْفَارُ الرَّوَافِضِ فِي قَوْلِهِمْ بِرَجْعَةِ الْأَمْوَاتِ إِلَى الدُّنْيَا .

''جن روافض کا یہ عقیدہ ہے کہ مردے دنیا میں لوٹ آتے ہیں، ان کی تکفیر کرنا واجب ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری : 264/2)

عقیدہ رجعت اور روافض:

❁ شیعہ عالم، الحر، عاملی (۱۱۰۴ھ) کہتا ہے:

إِجْمَاعُ جَمِيعِ الشِّيعَةِ الْإِمَامِيَّةِ، وَإِطْبَاقُ الطَّائِفَةِ الْإِثْنَيْ عَشَرِيَّةَ عَلَى اعْتِقَادِ صِحَّةِ الرَّجْعَةِ، فَلَا يَظْهَرُ مِنْهُمْ مُخَالِفٌ يُعْتَدُّ بِهٖ مِنَ الْعُلَمَاءِ السَّابِقِينَ وَلَا اللَّاحِقِينَ .

''عقیدہ رجعت کے صحیح ہونے پر تمام امامیہ شیعہ اور اثنی عشریہ کا اجماع واتفاق ہے، پہلے اور بعد والے (شیعہ) علما میں سے کسی قابل اعتماد عالم سے اس کی مخالفت معلوم نہیں۔''

(الإيقاظ من الهَجعة بالبُرهان على الرّجعة، ص 42)

❁ ابوالحسن محمد بن طاہر عاملی شیعہ (۱۱۴۰ھ) نے لکھا ہے:

كُلَّ مَا عُبِّرَ بِهٖ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فِي ظَاهِرِ التَّنْزِيلِ فَتَأْوِيلُهٗ بِالرَّجْعَةِ .

''قرآن کریم میں جہاں بھی ''یوم القیامۃ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس سے مراد ''رجعت'' ہے۔''

(مِرآة الأنوار، ص 303)

❀ ابن بابویہ قمی شیعہ (۳۸۱ھ) نے لکھا ہے:

اِعْتِقَادُنَا فِي الرَّجْعَةِ أَنَّهَا حَقٌّ .

''عقیدہ رجعت کو ہم حق سمجھتے ہیں۔''

(الاعتقادات، ص 90)

❀ شیخ مفید (۴۱۳ھ) نے لکھا ہے:

اِتَّفَقَتِ الْإِمَامِيَّةُ عَلٰى وُجُوبِ رَجْعَةِ كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْوَاتِ .

''امامیہ شیعہ کا اتفاق ہے کہ کئی فوت شدگان کا (قیامت سے پہلے دنیا میں) واپس آنا لازمی ہے۔''

(أوائل المَقالات، ص 51)

❀ ملا باقر مجلسی (م ۱۱۱۱ھ) نے لکھا ہے:

اَلْقَوْلُ فِي الرَّجْعَةِ الَّتِي أَجْمَعَتْ عَلَيْهَا الشِّيعَةُ فِي جَمِيعِ الْأَعْصَارِ، وَاشْتَهَرَتْ بَيْنَهُمْ كَالشَّمْسِ فِي رَابِعَةِ النَّهَارِ ...... وَكَيْفَ يَشُكُّ مُؤْمِنٌ بِأَحَقِّيَّةِ الْأَئِمَّةِ الْأَطْهَارِ فِيمَا تَوَاتَرَتْ عَنْهُمْ مِنْ مِائَتَي حَدِيثٍ صَرِيحٍ رَوَاهَا نَيِّفٌ وَّأَرْبَعُونَ مِنَ الثِّقَاتِ الْعِظَامِ وَالْعُلَمَاءِ الْأَعْلَامِ فِي أَزْيَدَ مِنْ خَمْسِينَ مِنْ مُؤَلَّفَاتِهِمْ .

''عقیدہ رجعت کا بیان، اس پر ہر دور کے شیعہ کا اجماع رہا ہے اور ان کے مابین یہ عقیدہ ایسے مشہور و معروف تھا، جیسے دن کے وقت سورج۔......ایک مومن ائمہ اطہار کی سچائی میں کیسے شک کر سکتا ہے؟ کہ ان سے دو سو صریح

احادیث تواتر کے ساتھ منقول ہیں، ان روایات کو تینتالیس (۴۳) سے زائد ثقہ (عندالشیعہ) راویوں نے روایت کیا ہے اور بڑے بڑے (شیعہ) علما نے پچاس سے زائد کتابوں میں ذکر کیا ہے۔" (بحار الأنوار: 225/13)

الحاصل:

عقیدہ رجعت کے صحیح ہونے پر شیعہ کا اتفاق ہے، جبکہ یہ باطل اور کفریہ عقیدہ ہے۔

سوال: کیا کھانسی اور جمائی سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟

جواب: کھانسنے اور جمائی لینے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

سوال: دوران نماز مصحف سے دیکھ کر تلاوت کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر قرآن زبانی یاد نہ ہو، تو دوران نماز مصحف سے دیکھ کر پر تلاوت کی جا سکتی ہے۔ اسلاف امت کے عمل سے یہی ثابت ہے۔

سوال: کیا بلا عذر ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

جواب: سر کو ڈھانپنے یا ننگا رکھنے کا تعلق نماز سے نہیں۔ ننگے سر نماز بلا کراہت جائز ہے، کراہت پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: کیا آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

جواب: آنکھیں کھول کر نماز پڑھنی چاہیے، صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ آنکھیں کھول کر نماز پڑھتے تھے، ہر خیر نبی کریم ﷺ کی سنت میں ہے۔

سوال: کیا نماز میں سلام کا جواب دینا جائز ہے؟

جواب: حالت نماز میں بول کر سلام کا جواب دینا جائز نہیں، البتہ سر یا ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دینا جائز ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے بنو مصطلق کی طرف بھیجا، میں آپ ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ اونٹ پر (نفلی) نماز پڑھ رہے تھے، میں نے آپ پر سلام کہا، آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے جواب لوٹایا (زہیر راوی نے ہاتھ سے اشارہ کر کے دکھایا)، میں نے پھر آپ ﷺ کو سلام کہا، آپ ﷺ نے پھر ہاتھ کے اشارے سے جواب دیا (زہیر نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف جھکایا)، میں آپ ﷺ کی قراءت سن رہا تھا، آپ ﷺ اپنے سر کے ساتھ اشارہ فرما رہے تھے۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا، میں نے تجھے جس کام کے لیے بھیجا تھا، اس کا کیا ہوا؟ مجھے کلام کرنے سے صرف یہ بات روک رہی تھی کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔''

(صحيح البخاري : 1217، صحيح مسلم : 540، واللّفظ لهٗ)

سوال: کیا فرض نماز میں آیت رحمت یا آیت عذاب پر دعا کی جا سکتی ہے؟

جواب: نماز فرض ہو یا نفل، آیت رحمت یا آیت عذاب پڑھنے پر دعا کی جا سکتی ہے، البتہ یہ دعا صرف پڑھنے والا کرے گا، نہ کہ سننے والا۔

سوال: دوران نماز کپڑے یا ڈاڑھی سے کھیلنا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں، خشوع وخضوع کے منافی ہے۔

سوال: لوگوں کی گزرگاہ میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ایسے جگہ پر نماز نہیں پڑھنی چاہیے، جہاں سے لوگوں کا گزر ہو، البتہ اگر ایسی جگہ نماز پڑھ لی، تو نماز ہو جائے گی، اس پر اعادہ نہیں۔

(سوال): کیا نماز میں سورتوں کی ترتیب کے بغیر تلاوت کرنا مکروہ ہے؟

(جواب): مکروہ نہیں، البتہ ترتیب اولیٰ ہے۔

(سوال): سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے لگانا کیسا ہے؟

(جواب): درست نہیں۔ پیٹ اور کہنیاں رانوں سے جدا ہونی چاہییں۔

(سوال): کیا اذان کے لیے قبلہ رخ ہونا ضروری ہے؟

(جواب): اذان کے آداب میں سے ہے کہ قبلہ رخ ہو کر کہی جائے، مسلمانوں کا متواتر اور متوارث عمل یہی ہے، اس کی مخالفت جائز نہیں۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰی أَنَّ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ تُسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةُ بِالْأَذَانِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ اذان میں قبلہ رخ ہونا سنت (عمل تواتر) ہے۔''

(الإجماع: 39)

❁ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

الْمُسْتَحَبُّ أَنْ يُؤَذِّنَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، لَا نَعْلَمُ فِيهِ خِلَافًا .

''اذان کے لیے قبلہ رخ ہونا مستحب ہے، ہمارے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں۔'' (المُغني: 309/1)

❁ مجمع بن یحییٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ وَهُوَ مُسْتَقْبِلٌ الْمُؤَذِّنَ وَكَبَّرَ الْمُؤَذِّنُ وَهُوَ مُسْتَقْبِلٌ الْقِبْلَةَ .

''میں سیدنا ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے مؤذن کی طرف

رخ کیا ہوا تھا اور مؤذن قبلہ کی طرف منہ کر کے اذان کہہ رہا تھا۔‘‘

(مسند السّراج :61، وسندهٗ حسنٌ)

نوٹ:

اس بارے میں دو مرفوع احادیث مروی ہیں، دونوں ضعیف ہیں۔

سوال: کیا پچھلی شرمگاہ کے بال بھی صاف کیے جائیں گے؟

جواب: جی ہاں، پچھلی شرمگاہ کے بال بھی صاف کیے جائیں گے۔

❁ شارح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

تَحَصَّلَ مِنْ مَجْمُوعِ هٰذَا اسْتِحْبَابُ حَلْقِ جَمِيعِ مَا عَلَى الْقُبُلِ وَالدُّبُرِ وَحَوْلَهُمَا .

’’پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگلی شرمگاہ، پچھلی شرمگاہ اور ان کے اردگرد تمام بالوں کو مونڈنا مستحب ہے۔‘‘(فتح الباري : 343/10)

❁ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

اَلْعَانَةُ الشَّعْرُ الْقَرِيبُ مِنْ فَرْجِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ وَمِثْلُهَا شَعْرُ الدُّبُرِ بَلْ هُوَ أَوْلَى بِالْإِزَالَةِ لِئَلَّا يَتَعَلَّقَ بِهٖ شَيْءٌ مِنَ الْخَارِجِ عِنْدَ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْحَجَرِ .

’’قبل (اگلی شرمگاہ) اور دبر (پچھلی شرمگاہ) کے قریبی بال صاف کیجئے، بلکہ دبر (پچھلی شرمگاہ) کے بال صاف کرنا زیادہ بہتر ہے، تاکہ ڈھیلا استعمال کرتے وقت وہاں پاخانہ چمٹا نہ رہ جائے۔‘‘

(فتاویٰ شامی:481/2)